ہر ظلمت سے نکلنے کی ایک الگ راہِ سلام ہے اور ہر راہِ سلام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشنی ڈال رہے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 / جنوری 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ‌ ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ﴿۱۶﴾ يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۷﴾ (المائدہ: 16 تا 17)

اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهٰٮهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ‌ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗ ۤ ۙ اُولٰۤئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾ (الاعراف: 158)

اس سے پہلے جو دو آیات کی تلاوت کی گئی تھی وہ سورہ المائدہ آیات 16 تا 17 ہیں۔ پس یہ

دو مختلف مقامات ہیں جن سے آیات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ پہلی دو آیات سورہ المائدہ سے لی گئیں اور دوسری آیت جو بعد میں پڑھی گئی وہ سورۃ الاعراف سے ہے۔ ان کو اس لئے اکٹھا تلاوت کیا گیا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور قرآن کریم میں جو ہر قسم کے جوڑوں کا ذکر ملتا ہے ان طیبات کے جوڑوں میں سے آیات کے بھی جوڑے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو تقویت بھی دیتی ہیں ایک دوسرے میں اٹھائے ہوئے مضامین کی مزید تشریح بھی کرتی ہیں۔ پس یہ ایسا ہی ایک آیات کا جوڑا ہے جو بعینہٖ ایک دوسرے پر منطبق ہو رہا ہے مگر مضامین کھولنے میں مختلف زاویوں سے روشنی ڈالتی ہیں اس لئے بات بہت زیادہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اہل کتاب قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ وہ خوب کھول کر بیان کرتا ہے، بکثرت ایسی باتوں کو مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ کہ جن کے متعلق تم اخفاء سے کام لیا کرتے تھے مِنَ الْكِتٰبِ کتاب میں سے وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک عظیم الشان نور آچکا ہے۔ وہ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ اور ایک روشن کتاب آچکی ہے۔ اس آیت کا جو پہلا حصہ ہے وہ اس آیت کے آخری حصہ پر منطبق ہوتا ہے اور دونوں کو آمنے سامنے رکھ کر مضمون کھل جاتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا کی تشریح میں فرمایا قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ یعنی رسول جو آیا ہے وہ نور ہے اور اس بات میں ایک ادنیٰ سا بھی شبہ باقی نہیں رہتا کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے اس رسول کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتا ہے کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اور لفظ قَدْ جَآءَكُمْ وہی ہیں جو پہلی آیت کے شروع میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ دوسرا كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ فرمایا ہے اور پہلی آیت میں رَسُوْلُنَا کے بعد يُبَيِّنُ کا لفظ جو رکھا گیا ہے وہ دراصل كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ کی طرف اشارہ فرما رہا ہے کیونکہ رسول اپنی طرف سے کوئی تبیین نہیں کرتا، کوئی روشنی مضامین پر اپنی ذات سے نہیں ڈالتا بلکہ کتاب اللہ کے حوالے سے وہ امور کو روشن کرتا ہے۔ تو يُبَيِّنُ کی تفسیر ہے یہ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ایک روشن کتاب بھی اس کے ساتھ آئی ہے اور جب وہ نور، الٰہی امور پر یا دنیا کے امور پر تمہاری ہدایت کے لئے روشنی ڈالتا ہے تو ہمیشہ وہ اس کتاب کے نور

سے استفادہ کرتے ہوئے ان مضامین کو کھولتا ہے۔ یَّھۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ، اب ضمیر ساری رسول کی طرف ہی پھیری جارہی ہے آغاز ہی سے رسول کے مضمون کو اول طور پر اٹھایا گیا ہے۔ یَّھۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ اللہ اس رسولؐ کے ذریعے، اس نور کے ذریعہ، جو آسمان سے اترا ہے ہدایت دیتا ہے مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ اس کو جو اللہ کی رضا چاہتا ہے۔اب جہاں رضوان کا تعلق ہے وہاں رسولؐ کی رضوان کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ رسول کی رضا کامل طور پر اللہ کی رضا کی تابع ہوتی ہے اور رضوان چاہنے میں رسول پیش نظر نہیں بلکہ اللہ پیش نظر ہوتا ہے۔ جو اللہ کی رضا چاہے اس سے اللہ بھی راضی، اس کا رسول بھی راضی، اس پر دیگر تمام ایمان لانے والے بھی راضی ہو جاتے ہیں۔اس لئے یاد رکھیں تقویٰ کا فیصلہ رضوان اللہ سے ہوا کرتا ہے اور اللہ کے نمائندوں کے حوالے سے تقویٰ نہیں ہوا کرتا۔ تقویٰ صرف خدا کا ہے اور اس مضمون میں تقویٰ اور نور دراصل ایک ہی چیز کے دو نام دکھائی دیتے ہیں مگر اس معاملے میں شاید میں کچھ باتیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں سر دست میں ایک دوسرے پہلو سے آپ کے سامنے یہ آیات رکھ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ جو اللہ کی رضا چاہتا ہے اس کو محمد رسول اللہ ﷺ ہدایت دیتے ہیں سُبُلَ السَّلٰمِ سلامتی کے رستوں کی طرف۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ راستہ تو ایک ہی ہے جس کی طرف دعا سکھائی گئی کہ اے خدا ہمیں اس رستے کی طرف ہدایت دے وہ ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (الفاتحہ:6) سیدھے رستے کی طرف جس پر انعام یافتہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے کی ہمیں توفیق بخش۔ یہاں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے یَّھۡدِیۡ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَہٗ جو بھی اللہ کی رضا چاہتا ہے اس کو یہ رسول ہدایت دیتا ہے سُبُلَ السَّلٰمِ سلام کے رستوں کی طرف لیکن کیوں ان سلام کے رستوں کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ان کی اپنی منزل کس طرف ہے۔ فرمایا وَ یُخۡرِجُھُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِہٖ وہ ان کو مختلف قسم کے اندھیروں میں سے نکالتا ہے نور کی طرف بِاِذۡنِہٖ اللہ کے حکم سے یَھۡدِیۡھِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ اور انہیں ہدایت دیتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔ تو وہ جو رستوں کا زیادہ ہونا ذہن میں تعجب پیدا کر رہا تھا کہ قرآن کریم تو ایک صراط مستقیم ہی کی طرف بلاتا ہے، اللہ کا رسول مختلف سلام کے

رستوں کی طرف کیوں ہدایت دیتا ہے۔ یہ مضمون خوب کھل گیا اور مسئلہ حل ہو گیا۔ فرمایا کہ مختلف سلام کے رستوں پر ان کو چلاتے ہوئے صراط مستقیم تک پہنچا دیتا ہے اور صراط مستقیم تک پہنچنا ہی نور پانا ہے۔ پس جو بھی اندھیروں سے نکلتا ہے وہ یک دفعہ، ایک دم صراط مستقیم پر نہیں آجایا کرتا۔ جو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے جستجو شروع کرتا ہے آنحضرت ﷺ جو اللہ کے نور کے نور ہیں وہ اپنی روشنی کے پیچھے پیچھے ان کو چلاتے ہیں اور وہ روشنی ہمیشہ سلامتی کے رستوں پر چلاتی ہے کیونکہ جو رستے روشن ہوں ان میں ٹھوکر کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ جن رستوں پر اندھیرے ہوں یا سائے ہوں کچھ نہ دکھائی دینے والے خطرات چھپے ہوئے ہوں ان کو سُبُلَ السَّلٰمِ نہیں کہا جا سکتا۔

پس سُبُلَ السَّلٰمِ کا ایک تعلق ظلمات کے جمع ہونے سے ہے۔ ظلمات کا لفظ جمع میں استعمال ہوا ہے یعنی مختلف قسم کے انسان مختلف قسم کے اندھیروں میں مبتلا ہیں۔ کچھ شرک کے مختلف اندھیروں میں مبتلا ہیں، کچھ بالعمد گناہ کے، کچھ دہریت کے اندھیروں میں مبتلا ہیں، کچھ نفس کی اندرونی کمزوریوں میں طرح طرح سے اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ ان سے نکلنے کی راہ نہیں پاتے، یہ سب ظلمات ہیں۔ ہر ظلمت سے نکلنے کی ایک الگ راہِ سلام ہے اور ہر راہِ سلام پر محمد رسول اللہ ﷺ روشنی ڈال رہے ہیں۔ یعنی کوئی بھی ایسی پیچیدگی نہیں جس میں انسان گھیرا گیا ہو، جس سے نکلنے کی راہ نہ پاتا ہو مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر ایسے موقع پر ہدایت کی راہ دکھائی ہے اور وہ راہ سلامتی کا رستہ ہے۔ اس راہ کو اختیار نہیں کرو گے تو خطرات میں گھرے رہو گے۔ اس راہ پر نہیں چلو گے تو ان خطرات کا لقمہ بن جاؤ گے، ان کا نشانہ ہو جاؤ گے اور یہ جو سلامتی کی راہ ہے یہ محض خطروں سے بچانے کی خاطر نہیں بلکہ نور کی طرف لے جانے اور صراط مستقیم تک پہنچانے کے لئے اختیار کرنی ضروری ہے۔ اس لئے کس طرح رفتہ رفتہ انسانی نفس میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کس طرح وہ مختلف خطرات کے چنگل سے نکل کر آخر صراط مستقیم تک پہنچتا ہے۔ اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ یہ تب ہی ممکن ہے اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرو اور اپنی ہر خامی کے مقابل پر وہ تعلیم ڈھونڈو جس میں اس خامی کا علاج ہے اور ایک بھی انسانی کمزوری ایسی نہیں، ایک بھی انسانی ظلمت ایسی نہیں ہے جس کے مقابل پر آنحضرت ﷺ معین طور پر سہارا نہ دے رہے ہوں اور معین طور پر روشنی نہ ڈال رہے ہوں۔

پس نورا یسا ہے جو رسول کی صورت میں اترا، نورا یسا ہے جس کے ساتھ ایک نورانی کتاب اتری، نورا یسا ہے جو ہر اندھیرے کے خواص کے مقابل پر ایک روشنی کا جواب اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ معین رستے بیان فرماتا ہے جہاں سے چل کر بالآخر تمہارا سفر نور کا سفر ہو جائے گا۔ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ۔ بِاِذْنِهٖ سے وہی بات پہلے والی دوبارہ سامنے کھول کر رکھ دی کہ نبی کتاب سے تبیین کرتا ہے۔ اس کتاب سے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے نور نازل فرمائے ہیں۔ نبی خود نور ہے مگر پھر بھی اپنی ذات سے از خود کوئی تعلیم نہیں دیتا۔ وہ تعلیم جو قرآن کریم میں اتری ہے اسی تعلیم سے استفادہ فرماتا ہے۔ پس یہ جب اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتا ہے تو ہر ایسے موقع پر بِاِذْنِهٖ اللہ کی طرف سے مجاز ہوتا ہے، اللہ کی ہدایت کے تابع ایسا کر رہا ہوتا ہے اس لئے اس کے پیچھے چلنے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جو خود بھی نور ہو، جس کی ہدایت کی کتاب بھی نور ہو، جو ہر قدم پر اللہ کی راہنمائی اور اجازت سے اقدام کرتا ہے۔ اس سے زیادہ محفوظ راہنما دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے

پس یہ ہے آنحضرت ﷺ کا نزول نور کے طور پر اور قرآن اور بنی نوع انسان سے آپ کے تعلق کے مضمون میں یہ آیت بہت ہی حیرت انگیز طور پر جامع اور مانع ہے مگر ایک پیغام ہے، ایک ہدایت ہے، اے اہل کتاب ایسا کرو کیونکہ تمہارے پاس وہ رسول آچکا ہے۔ اس لئے رسول سے مراد وہ رسول ہے جس کا ذکر اہل کتاب کے صحیفوں میں ملتا ہے۔ جب الْكِتٰبِ کہتے ہیں تو ایک کتاب مراد نہیں ہے۔ بظاہر عنوان الْكِتٰبِ ہی کا دیا جاتا ہے مگر وہ کتاب جس کو Old Testament کہا جاتا ہے اس میں کئی صحیفے ہیں، کئی کتب ہیں۔ پس الْكِتٰبِ میں وہ ساری کتب شامل ہیں اور ان سب کتب میں کسی نہ کسی رنگ میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی موجود ہے۔ اب اس کے نتیجے میں کیا واقعہ ہوا؟ کیا کسی نے قبول کیا؟ اگر کیا تو اس کو خدا نے اس کا کیا اجر دیا یہ جواب ہے جو سورۃ الاعراف آیت 158 میں بیان ہوا ہے اور الاعراف میں اس کا بیان ہونا بہت ہی ایک لطیف شان رکھتا ہے کیونکہ الاعراف وہ سورۃ ہے جس میں یہ پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھی جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی ایک بہت ہی بلند مقام پر فائز ہوں گے اور آنے والوں کو ان کے چہرے دیکھ کر پہچانیں گے۔ ان کو دیکھتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہ جہنمی لوگ ہیں یا جنتی لوگ ہیں

اور جنتی لوگوں کو وہ جنت کی خوشخبریاں دیں گے۔ پس سورۃ الاعراف میں ان کی پہچان بیان فرمائی گئی کہ اب ہم ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جنہوں نے اس ہدایت کو قبول کر لیا جو ان کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۔ دیکھو کیسے خوش نصیب لوگ ہیں، ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے اس رسول کی پیروی کی جن کی پیروی کی ان کو ہدایت کی گئی تھی۔ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ ایسا نبی جو اُمّی ہے۔ پس اگر ہدایت دیتا ہے تو اللہ سے علم پا کر دیتا ہے ورنہ اپنی ذات میں وہ ہدایت دینے کا دعویٰ ہی نہیں کرتا۔ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وہ وہی نبی ہے جس کے متعلق وہ تورات میں اپنے پاس لکھا ہوا دیکھتے ہیں وَالْاِنْجِيْلِ اور انجیل میں بھی۔

پس اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا تھا آؤ اور اس نبی کی پیروی کرو جو سراپا نور ہے اور اب بتایا جا رہا ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ایسے بھی خوش نصیب ہیں جو پیروی کرتے ہیں يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ اب اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کا مطلب کیا ہے؟ اس کی تفصیل بیان ہو رہی ہے کہ جب یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں تو يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ان کو ہدایت دیتا ہے۔ امر فرماتا ہے یعنی لفظ امر کا لفظی ترجمہ تو حکم ہے مگر مراد یہی ہے کہ ان کو تلقین فرماتا ہے، ان کو ہدایت دیتا ہے بِالْمَعْرُوْفِ نیک کاموں کی وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ان کو معیوب باتوں سے روکتا ہے۔ الْمُنْكَرِ ایسی معیوب باتیں جو ہر جگہ، ہر ملک، ہر قوم میں انسانی فطرت کی رو سے بری سمجھی جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جھوٹ جھوٹ ہے، ظلم ظلم ہے، دھوکہ دھوکہ ہے، یہ ایسی باتیں ہیں جو کھلی کھلی سب کے علم میں ہیں اور کسی کتاب کے حوالے سے آپ نہیں کہا کرتے، کتاب کے حوالے سے کہہ تو سکتے ہیں مگر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ جھوٹ بری بات ہے۔ پس فرمایا وہ ان کو منکر سے روکتا ہے۔ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ اور بہترین چیزیں ان پر حلال کرتا ہے۔ صرف وہ چیزیں حلال نہیں کرتا جو کھائی جا سکتی ہیں۔ جو کھائی جا سکتی ہیں ان میں جو سب سے اچھی ہیں وہ ان پر حلال کرتا ہے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور جو خبیث چیزیں ہیں اور پلید چیزیں ہیں وہ ان پر حرام کر دیتا ہے۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ اور ان پر سے ان کے بوجھ اتارتا ہے وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ

كَانَتْ عَلَيْهِمْ اور طوق ان کے کھولتا ہے گردنوں سے اور اتار کے پھینک دیتا ہے جو ان کی گردنوں میں مدتوں سے پڑے ہوئے تھے۔ کیسا عظیم مضمون ہے اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کا۔ وہ سُبُلَ السَّلٰمِ بیان فرمادی گئیں جن کا اس آیت میں ذکر تھا کہ امن کی جو راہیں یہ کھولتا ہے یہ تمہیں پکڑ کر امن کے رستوں پر چلاتا ہے، ان سب امور میں یہ محنت کرتا ہے اور تمہیں ہر معاملے میں، ہر مصیبت سے بچاتے ہوئے امن کی راہوں پر ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر لے کے چلتا ہے اور ساری محنت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہوئی ہے۔ یہ ایک بہت ہی پرلطف بات ہے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہم کمزوروں اور گناہ گاروں پر محنت نہ فرماتے تو ممکن نہیں تھا ہمارے لئے ، ہمیں نصیب نہیں ہوسکتی تھیں وہ امن کی راہیں، ممکن نہیں تھا کہ ہم از خود اپنی طاقت سے ان پر چل سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر رسول اللہ ﷺ پر سارا بوجھ ڈال دیا ہے اور یہ بوجھ ڈالنا منفی معنوں میں نہیں ہے بلکہ مثبت معنوں میں ہے فرمایا تم کیا چیز تھے یہ سب کچھ یہی رسولؐ کر رہا ہے تمہارے لئے۔ تم نے صرف حامی بھری ہے اس کے پیچھے چلنے کی اور اسی کی جزا تمہیں عطا کی جارہی ہے۔ گردنوں کے طوق اتارے، خبیث چیزوں پر مطلع کیا، پاک چیزیں سمجھائیں، ہر قسم کی اچھی اور بری باتیں ان کو بتلائیں اور ان کے بوجھ اتار لئے۔ یہ بوجھ کیا ہیں اگر آپ ان کو نہیں سمجھیں گے، اگر ان طوقوں پر نظر نہیں رکھیں گے جو آنحضرت ﷺ نے گردنوں سے اتار کر پھینک دئے تھے اور یہ خطرہ محسوس نہیں کریں گے کہ کہیں ہم نے ان بوجھوں کو پھر تو نہیں اٹھا لیا۔ ان گرے پڑے دھتکارے ہوئے بوجھوں کو پھر تو نہیں اٹھا کے اپنے کندھوں پر لگا بیٹھے یا وہ گردن کے طوق پھر تو نہیں پہن لئے جن سے آنحضرت ﷺ نے ہمیں آزادی بخشی تھی۔ پس وہ تمام رسوم، وہ تمام جاہلانہ باتیں، وہ تصورات، وہ توہمات وہ روایتی ایسی بدعادات جو قوموں کے لئے واقعۃً ان کے پاؤں کی زنجیریں بن جاتی ہیں یا گردنوں کے طوق بن جاتی ہیں ان کو راہ راست پر ہدایت کے رستوں پر چلنے کی توفیق نہیں رہتی۔ وہ ساری باتیں ایسی ہیں جن سے آنحضرت ﷺ نے باخبر فرما دیا ہے اور جب تک وہ بوجھ اتارے نہ جائیں، جب تک گردنوں کو طوقوں سے آزاد نہ کیا جائے سُبُلَ السَّلٰمِ کی طرف لے جایا جا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے آخر پر طوقوں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا ہے جب تک تم آزاد نہیں ہو گے تم کیسے محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلو گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں آزاد کرنے کا بھی ذمہ

لیتے ہیں۔خودتم پر محنت کریں گے،تمہیں پاک وصاف کریں گے،تمہیں ہلکا کردیں گے تا کہ آسانی سے تم سلامتی کی راہوں پہ دوڑ سکو اور پھر تمہاری گردن کے طوق کاٹ کے کہیں گے آؤاب چلو۔جس طرح ڈرائیوردنیا میں بھی انجن چلا کر بریک سب سے بعد میں اٹھاتا ہے اور یہی سب سے محفوظ طریق ہے تو جب تک بریکوں سے پاؤں نہ اٹھے آزادی نصیب نہ ہو،موٹر ہر طرح سے تیار بھی ہو تو چل نہیں سکتی۔تو پہلے اس کا انجن درست کیا،اس کے اندر ساری خامیوں سے پاک وصاف کیا۔اس کو چلنے کی طاقت بخشی اور پھر گردنوں کے طوق کاٹ کے پھینک دیئے یعنی وہ دنیا کی آلائشیں،وہ دنیا کے تعلقات جو یہ سمجھ آنے کے باوجود کہ یہ اچھی راہ ہے انسان کو اس راہ پر چلنے سے باز رکھتے ہیں۔کیا یہ طوق ہماری گردنوں سے ایک دفعہ جو کاٹ کے پھینک دئے گئے دوبارہ ہماری گردنوں میں آ تو نہیں گئے؟ یہ فیصلہ ہر انسان کے لئے بڑا آسان ہے۔جب بھی اسے برائیوں سے روکا جاتا ہے،جب بھی اسے نیک باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے تو اس کے دل سے ہمیشہ بلا استثناء ایک آواز اٹھتی ہے۔ایک آواز یہ اٹھتی ہے کہ الحمدللہ میں تو اس معاملے میں تیار بیٹھا ہوں سفر کے لئے،سفر پہ روانہ ہونے والا ہوں اور ایک آواز اٹھتی ہے کہ بہت بوجھل تعلیم ہے،بڑا مشکل کام ہے۔اتنی باتوں پہ کون عمل کرسکتا ہے اور ایسا انسان پھر وہیں بیٹھا کا بیٹھا رہ جاتا ہے۔پھر کچھ ایسے ہوتے ہیں جو فیصلہ تو یہی دیتے ہیں کہ یہ بہت مشکل تعلیم ہے ہم سُبُلَ السَّلٰمِ پر چلنے کے ابھی اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے مگر بے چین ضرور ہوتے ہیں۔بے قراری دل میں پیدا ہوتی ہے،اپنے آپ پر حسرت کی نظر ڈالتے ہیں۔کہتے ہیں کاش ہم بھی وہ ہوتے جو اس رسول کے پیچھے سلام کے رستوں پر ہلکے قدموں کے ساتھ پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہوتے۔ان کا معاملہ ایسا ہے جن پر اکثر اللہ اپنے رحم کی نظر ڈالتا ہے اور سوائے اس کے کہ خدا کی حکمت کاملہ سمجھے کہ ان کے اندر بعض ایسی بنیادی کمزوریاں ہیں کہ ہدایت کے لائق نہیں ہیں،رفتہ رفتہ ان کے بھی بوجھ اتار دیئے جاتے ہیں۔مگر یہ بات کہ بوجھ ہم پر ہیں کہ نہیں،یہ بات کہ ہماری گردنیں طوقوں کے اندر جکڑی ہوئی ہیں کہ نہیں،یہ کوئی ایسی راز کی بات نہیں ہے جس کو سمجھنا بالکل کوئی دور کی بات ہو،بڑے بھاری علم کی ضرورت ہو،یہ تو کھلی کھلی بات ہے۔

پس جب بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی کوئی آواز آپ کے کانوں میں پڑتی ہے اس وقت آپ کے دل کی کیفیات آپ کو بتا دیتی ہیں کہ کتنا آپ پر بوجھ ہے اور کس حد تک آپ آزاد یا قید

ہیں اور بسا اوقات بعض رستوں میں انسان آزاد ہوتا ہے اور بعض رستوں میں قید ہوتا ہے اور بیک وقت یہ سلسلہ جاری ہے۔ بعض سلامتی کے رستے ایک انسان اپنے مزاج کے مطابق آسانی سے طے کر رہا ہوتا ہے اور اسی وقت وہ دوسرے رستوں میں جکڑا ہوا بھی پایا جاتا ہے۔ بظاہر ایک شخصیت ہے مگر اس کے مختلف قالب مختلف رستوں پر بیٹھے ہی چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پس اس پہلو سے یہ جو Split Personality کا مضمون ہے جو گہری حکمت رکھتا ہے۔ نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں بعض لوگوں کی پرسنیلیٹی Split ہو جاتی ہے۔ وہ بیک وقت اپنے آپ کو دو مختلف وجود سمجھ رہے ہوتے ہیں اور یہ وہ دیوانہ پن کی نشانی سمجھتے ہیں لیکن دیوانے کا کام نہیں بہت بڑے عارف کا بھی یہی کام ہے کہ اپنی Split Personality کو پہچانے اور دیکھے میں کہاں کہاں تقسیم ہو چکا ہوں۔

اسی لئے جنت میں جو سات دروازوں کا حکم ہے کہ سات دروازوں سے انسان داخل ہو سکتا ہے یا جہنم کے مختلف دروازوں کا ذکر ہے تو اس میں یہی حکمت ہے۔ یہ تو نہیں کہ ایک آدمی بٹ کر، پھٹ کر، سات چیتھڑے بن جائے گا۔ ایک چیتھڑا ایک دروازے سے جا رہا ہوگا اور دوسرا چیتھڑا دوسرے دروازے سے جا رہا ہوگا۔ اس کی جو روحانی طور پر Split Personality ہے وہ جب جنت میں داخل ہوگی تو وہ لطف اٹھائے گی اگر وہ سات دروازوں والی Personality ہے تو سات گنا لطف اس کو دوسروں سے زیادہ آ رہے ہوں گے یا ایسے ایسے لطف آ رہے ہوں گے جن میں بعض دوسرے شریک نہیں ہو رہے ہوں گے۔ پس ایک سات دروازوں والی جنت ہے اور بظاہر وہی جنت ہے جس میں سب داخل ہو رہے ہیں مگر کوئی ایک دروازے سے داخل ہو رہا ہے کوئی دو دروازوں سے داخل ہو رہا ہے کوئی تین دروازوں سے داخل ہو رہا ہے لیکن اس کے مقابل پر ایک بڑا مکروہ نظارہ ہے کہ جہنم میں بھی مختلف دروازے ہیں اور کوئی تمام دروازوں سے وہاں داخل ہو رہا ہے۔ جہنم کی تمام تر بدبختیاں اٹھائے ہوئے، ہر قسم کے طوق اپنی گردنوں میں ڈالے ہوئے جو جہنم میں بھی اس کی گردن پر اسی طرح پڑے رہیں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پر قرآن کی صورت میں نازل ہوئیں اور آپؐ نے اپنے نور سے ہم پر روشن فرمائیں اور اس کی تفصیل میں کوئی ایک ایسا پہلو بھی باقی نہیں چھوڑا جو سمجھانا ضروری ہو اور آپ نے نہ سمجھایا ہو۔ اتنی باریکیوں میں اترنے والا رسول ہے کہ تمام دنیا کے رسولوں کی تعلیمات کو اکٹھا کر کے دیکھ لیں آنحضرت ﷺ نے جس طرح تفصیلی روشنی

ڈالی ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں دکھائی نہیں دے گا اور جو اندھا ہو، بدنصیب ہو، وہ جاہل انہیں باتوں پر آنحضرت ﷺ کو اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ایسے بدبخت پیدا ہو جاتے ہیں جو نام رشد کا رکھتے ہیں اور مجسم ذلالت ہوتے ہیں۔ مذاق اڑاتے ہیں، طرح طرح کے آوازے کستے ہیں کہ دیکھو یہ کیسا رسولؐ ہے جس نے وضو کی تفصیل بھی سکھائی ہے یہ بھی بتایا ہے کہ یہاں اس طرح کرو گے تو وضو ٹوٹ جائے گا، یہ بھی بتایا کہ دیکھو ایڑی کا خیال رکھنا، یہ حصہ جہنم میں نہ چلا جائے، اتنی باریک تفصیل کون انسان ان پابندیوں میں جکڑنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرسکتا ہے۔ بڑی مصیبت ہے، بڑا مصیبت کا مذہب ہے۔ حالانکہ اس مضمون کو آپ دوسرے زاویے سے دیکھیں تو اتنا کامل مذہب ہے، اتنا Advanced مذہب ہے کہ کوئی باریک سے باریک ایسا خطرہ نہیں جو ایک مسافر کو رستے میں پیش آ سکتا ہو جس کے متعلق کھلے کھلے سائن بورڈز نہ لگا دیئے گئے ہوں روشن حروف میں نہ لکھا گیا ہو اور تفصیل میں خطرات سے آگاہ کرنا اور تفصیل کے ساتھ اس منظر کی خوبیوں پر آگاہ کرنا جس منظر کی تلاش میں انسان نکلا ہے، جس سیر پہ انسان روانہ ہوا ہے، یہ انتہائی ترقی یافتہ صورتیں ہیں نہ کہ وہ جیسے ایک جاہل کو نظر آ رہا ہے کہ دخل اندازی ہو رہی ہے۔ اب وہی جاہل جب انگلستان میں یا امریکہ کی سڑکوں پر موٹر پر روانہ ہوتا ہے تو کبھی اس کو خیال بھی نہیں آیا کہ کس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ جگہ جگہ بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ یہاں خطرہ ہے آگے ٹریفک بند ہو رہی ہے، آگے پھسلن آ گئی ہے، آگے Black Ice ہے، آگے موڑ بڑا سخت ہے تو اس کو تو اس ملک کو چھوڑ کر بھاگ جانا چاہئے۔ ایسا جاہلانہ ملک کوئی باریک سے باریک چیز بھی نہیں ہے جس کو چھوڑ دیا گیا ہو اور ہدایتیں ہیں، سیر پر جا رہے ہیں کہ دیکھو فلاں پہاڑی میں فلاں جگہ دیکھنا نہ بھولنا، وہاں ایک غار بھی ہے، اس غار کا منظر بڑا ہی خوبصورت ہے۔ اس میں آواز دو گے تو نیچے سے تمہیں اپنی آواز سنائی دے گی اور اس رنگ میں سنائی دے گی جیسے وہ کئی آوازیں بن چکی ہیں اور ایک کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی ایک کم گہرائی سے پھر دوسری زیادہ گہرائی سے، پھر اس سے زیادہ گہرائی سے آواز آئے گی۔ ایک حیرت انگیز گوش کی جنت یعنی کانوں کی جنت بن جاتی ہے۔ یہ شخص وہاں پہنچے، دیکھے کہے کیسا پاگلوں والا ملک ہے ہر خوبصورت جگہ کی تفصیل بےضرورت خواہ مخواہ بیان کی ہوئی ہے۔ ہم باشعور لوگ نہیں ہیں؟ کیا یہ ترقی یافتہ زمانہ نہیں ہے؟ کیا ہم خود نہیں سمجھ سکتے کہ فلاں چیز دیکھنی ہے اور فلاں نہیں دیکھنی

ہے؟ لیکن کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب تک ان گائیڈز Guides کو لے کر ساتھ نہ چلیں جو کسی نئے ملک کے سفر میں آپ کی راہنمائی کرتے ہیں کہ کیا دیکھنا اور کن خطروں سے بچنا، نہ انسان خطروں سے بچ کر واپس آسکتا ہے نہ ان مناظر کے حسن سے صحیح لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ تو قرآن کریم میں جس رسول ﷺ کا تعارف فرمایا گیا ہے وہ، وہ نور ہے جس نے ہر چیز کی تفصیل بیان کر دی ہے، ہر خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ بات کھولتا ہے پھر گردنوں کے طوق اتارتا ہے پھر کہتا ہے آؤ میرے پیچھے چلو جس راہ پر میں چلوں گا وہ سلامتی کی راہ ہوگی اور یہ راہ ایک ہی طرف چلتی ہے۔ جس طرف سے بھی آؤ گے میرے پیچھے لگو گے تو لازماً صراط مستقیم پر پہنچو گے اور صراط مستقیم وہ ہے جو نور کا سفر ہے۔ تو نور پر آنے سے پہلے اندھیروں سے نجات ضروری ہے اور اندھیروں سے بیک وقت نجات ضروری نہیں بلکہ کوشش فرض ہے پھر اگر آنحضرت ﷺ سے استفادہ کرو گے تو ہر اندھیرے سے نکلنے کی ایک راہ آپؐ بتائیں گے۔ اس راہ پر چلو اس حد تک تم سلامتی کی راہ پر چل رہے ہو گے۔ پھر ایک اور راہ اختیار کرو گے وہ بھی سلامتی کی راہ ہوگی یہاں تک کہ اپنے نفس کا جتنا گہرائی سے جائزہ لو گے، جتنا اپنے اندھیروں سے، اپنی ذات کے اندھیروں سے آگاہ ہوتے چلے جاؤ گے اتنا ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ضرورت تم پر روشن ہوتی چلی جائے گی اور کوئی بھی الجھن ایسی نہیں ہے جس کا حل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے پیش نہ فرما دیا ہو کیونکہ فرمایا: وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ ہر قسم کی ظلمات سے وہ اللہ کے حکم سے ان کو نکالتا چلا جاتا ہے وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اس مضمون کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ پس وہ لوگ جو اس رسول پر ایمان لے آئے جس پر ایمان لانے کی اہل کتاب کو اور ان کے حوالے سے سب دنیا کو دعوت دی گئی تھی وَعَزَّرُوْهُ اور اس کو طاقت پہنچائی۔ اب ایمان لانا کافی نہیں ہے جب تک اس رسول کو تقویت نہ پہنچائیں جس نے سب دنیا کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ اس کو مددگاروں کی ضرورت ہے اس کو ایسے ہی اور وجودوں کی ضرورت ہے جو اس کے پیچھے چل کر محض اپنی نجات پر مطمئن نہ ہوں بلکہ اسی کے رنگ میں رنگین ہو کر تمام بنی نوع انسان کی

نجات کے لئے کوشش شروع کردیں عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وہ اس کو طاقت پہنچاتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اس کی نصرت کرتے ہیں۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یعنی کتاب۔ پس بارہا اس سلسلہ مضامین میں مَیں نے جو آپ کو متوجہ کیا ہے کہ نور کی حیثیت سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور کتاب میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ کتاب جو کچھ کہتی ہے اسے محمدؐ نے اپنا لیا اور اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا نور اپنی ذات میں نور ہونے کے باوجود بنی نوع انسان پر ہدایت کے لئے نہیں چمکا جب تک کہ وہ کتاب نہ نازل ہوگئی جس میں نور تک پہنچانے کے لئے تمام تفاصیل موجود تھیں، ہر قسم کے احکامات موجود تھے۔ یہ ہے مضمون جسے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (النور:36) کہا گیا ہے۔ اس لئے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کہہ کے محض خالی تصور میں ایک نشے کی حالت پیدا نہ کیا کریں کہ آہاہا! رسول اللہ ﷺ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہیں جب کہ کچھ بھی آپ کو پتا نہیں کہ مطلب کیا ہے۔ صرف عظمت کے خیال سے اپنے دل کو مطمئن نہ کیا کریں سمجھنے کی کوشش کریں کہ عظمت ہے کیا، نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کہتے کس کو ہیں۔ جب آپ سمجھیں گے تو آپ حیران ہو جائیں گے یہ دیکھ کر یا آپ کا دل بلیوں اچھلنے لگے گا یہ معلوم کر کے کہ یہ تو وہ نور ہے جس تک پہنچنے کے لئے میں بنایا گیا ہوں۔ جو میری ہدایت کرے گا خود اپنے نور کی طرف۔ سارا سفر کروا کے آخر کہاں پہنچا دے گا وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا یعنی قرآن کریم اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

اب آپ یہاں ترتیب پر بھی غور فرمایئے فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ پہلے ایمان پھر اس کو طاقت پہنچانا۔ ایمان لا کر خالی بیٹھ رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو ایمان لاتا ہے کہتا ہے جی میں ایمان لے آیا ہوں کافی ہوگیا۔ صرف ایمان لا کر عمل کرنا بھی نہیں، ایمان لا کر محمد رسول اللہ ﷺ کے مقاصد کو تقویت پہنچانا یہ پہلی شرط رکھی ہے ایمان کے بعد وَنَصَرُوْهُ اور ہر طرح سے اس کی مدد کرنا۔ اس کے بعد فرمایا وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ پھر وہ نور کی پیروی کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اتباع نور ممکن نہیں ہے کہ محض ایمان سے حاصل ہو جائے۔ تم نور کی پیروی کرنے والے خدا کے حضور اس وقت لکھے جاؤ گے جب تم اپنی تمام تر طاقتیں جو کچھ تمہیں نصیب ہوئی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے رستے

میں جھونک دو گے تا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے دین کو طاقت ملے اور ہر طرح سے اس کی نصرت کرو گے جس نے تمہاری نصرت فرمائی ہے۔ پس دیکھیں وہ کمزور لوگ جن میں اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ اپنے نفس کے بندھنوں سے آزاد ہو سکتے ان کو محمد رسول اللہ ﷺ نے آزاد کروایا ہے اور آخر پر خدا کی طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ اب اس کی مدد کرو، اب اس کو طاقت پہنچاؤ۔ ایسے عظیم محسن ہیں کہ تم جو چاروں طرف سے ظلمات میں گھرے پڑے تھے، ایک قدم اٹھانے کی طاقت نہیں تھی، سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے تھے، تمہارے سارے بندھن توڑے، تمہیں طاقت بخشی، تمہیں اٹھایا، تمہیں پیچھے چلایا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس رسول کی مدد کرو، اس کو طاقت پہنچاؤ، کیونکہ صرف تم تک طاقت پہنچانا مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ یہ وہ رسول ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا ہے اور کام ابھی باقی ہے۔ ابھی بہت بڑا سفر ہے جو طے کرنا پڑے گا اور اس سفر میں جتنے جتنے غلام آزاد ہوتے چلے جائیں گے وہ سارے کے سارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معین اور مددگار بن جانے چاہئیں۔ ایسا کرو گے تو پھر خدا کے نزدیک تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہوگا وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فی الحقیقت اس نور کی پیروی کی ہے جو اس کے ساتھ اتارا گیا تھا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یقیناً یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس عبارت سے میں نے ایک اقتباس پیش کیا تھا اس کا ایک حصہ باقی تھا اور اس کا اسی مضمون سے تعلق ہے۔ اس لئے اب آخر پر میں اس عبارت کے حوالے سے آپ کو اس مضمون کی بعض اور باریکیاں سمجھاتا ہوں۔ میں نے گزشتہ خطبے میں یہ عرض کیا تھا کہ ”میرے نزدیک آگ اگر اسے نہ بھی چھوئی ہوتی تو وہ بھڑک اٹھنے پر تیار تھا“ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آگ کی انتظار تھی آگ چھوئے گی تو پھر وہ بھڑکے گا۔ آگ سے پہلے بھڑک تو سکتا تھا مگر جب آگ کا شعلہ پڑا تو بھڑک اٹھا، یہ ہرگز مراد نہیں۔ آگ کا تو آنحضرت ﷺ کے وجود سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ آگ کے متعلق تو محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ فرمایا کہ

”آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے“

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 584)

وہ آگ جسے ابراہیمؑ پر بھڑکنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی کیسے اسے اجازت مل سکتی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے اس شفاف نورانی تیل پر بھڑکے گویا وہ تیل اس کی بھڑک کا محتاج تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ''

(براہین احمدیہ حصہ سوم جلد 1 صفحہ 195 حاشیہ)

یعنی آگ کی ضرورت نہیں ہے اس کو۔ روشن کیسے ہوگا؟ ''یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ'' یعنی یہ وہ صفات ہیں جن کی سب سے اعلیٰ درجہ کی صفت نورانیت ہے اور جو نورانیت سے روشن ہونے پر تیار بیٹھا ہو اس کو آگ کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا کہ الہام سے پہلے ہی اب الہام تو آگ نہیں ہے الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یہ ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ پس الہام قرآن کریم ہے جو کلام کی صورت میں آپؐ پر نازل ہوا اور نور علیٰ نور سے مراد وحی الٰہی ہے جو آنحضرت ﷺ پر، نور پر چمکی تو ایک نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا منظر پیدا ہو گیا۔ فرماتے ہیں:۔

''یعنی جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء ﷺ میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور نورِ آسمانی جو وحیءِ الٰہی ہے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء ﷺ کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نورِ وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے''

(براہین احمدیہ حصہ سوم جلد 1 صفحہ 195 حاشیہ)

اب جہاں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کی گہری سیرت کا بیان فرمایا ہے۔ اس سیرت کا نہیں جو ان لوگوں کو نظر آتی ہے جن کی نگاہ کملی پر ٹھہر جاتی ہے۔ اس سیرت کا ذکر فرمایا ہے جسے کملی لپیٹے ہوئے ہے یعنی سیرت باطنہ جو آپؐ کی روح کی سیرت ہے، آپؐ کے دل کی سیرت ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام روشنی ڈالتے ہوئے ہمیشہ کوئی ایسی بات بیان فرما دیتے ہیں جس سے اچانک ہمارا اس نور سے تعلق قائم ہو جاتا ہے اور ہم پر ایک فریضہ عائد ہو جاتا ہے کہ لطف تو اٹھا لئے قلب و نظر نے، مگر اب پیچھے بھی چلو۔ اگر پیچھے

نہیں چلو گے تو نور کی محبت کے دعوے سب جھوٹے اور فرضی ہیں۔ فرمایا یہ ثابت ہوا ہے کہ اگر اللہ کا نور چاہتے ہو تو لازماً پہلے نور بننا ہوگا۔ اگر نہیں بنو گے تو تم وہیں کے وہیں پڑے رہ جاؤ گے اور تمہیں نور عطا نہیں ہوگا۔ پس جن آیات کی میں نے تلاوت کر کے آخری نتیجہ نکالا تھا یہ بعینہٖ وہی نتیجہ ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک دوسری آیت کے حوالے سے نکال رہے ہیں کہ جب تم محمد رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرو گے تو پہلے درجہ بدرجہ نور بنتے چلے جاؤ گے۔ جب بنو گے تو پھر اس نور کی پیروی کے مستحق قرار دیئے جاؤ گے جس پر آسمان سے شعلۂ نور اترتا ہے۔

’’یہ اشارہ فرمایا کہ نورِ وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا‘‘۔

پس جن جن گوشوں میں تم اندھیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے ہو۔ اندھیروں میں گھرے ہوئے مقیّد ہو۔ ان گوشوں میں بیٹھے ہوئے تم پر خدا نہیں اترے گا۔ ہر اس گوشے سے نکلنا ہوگا۔ ہر اس قید سے رہائی پانی ہوگی۔ مگر خوشخبری یہ ہے کہ اللہ کا نور انتظار نہیں فرمائے گا کہ جب تک تم کامل طور پر ہر کمزوری سے آزاد نہیں ہو جاتے وہ تم پر جلوہ گر نہ ہو۔ جس حد تک بھی آزاد ہو گے تم راہِ سلام پر چل پڑو گے۔ تمہارے وجود کا کوئی حصہ سلامتی کی راہ پر چل رہا ہوگا پھر اور حصے بھی اس کے ساتھ شامل ہوتے چلے جائیں گے اور جن جن راہوں پر تم سلامتی کی راہ اختیار کرو گے وہاں خدا تعالیٰ سے تعلق کے آثار بھی دیکھو گے۔ اب یہ وہ مضمون ہے جو ہم پر بہت سی بعض ایسی باتیں کھول دیتا ہے جسے لاعلم نہ سمجھ کر بعض نیک لوگوں پر اعتراض کرتا ہے۔ کئی ایسے لوگ دنیا میں دیکھے گئے ہیں کوئی نمازوں میں بہت اچھا ہے، کوئی چندوں میں بہت اچھا ہے، کوئی اور بہت سی خوبیاں رکھتا ہے، غریبوں کا بے حد ہمدرد ہے۔ غرضیکہ خوبیاں بہت سی ہیں اور وہ ساری سُبُلَ السَّلٰمِ ہیں۔ یہ نہ بھولیں کہ یہی وہ سلامتی کی راہیں ہیں جن پر محمد رسول اللہ ﷺ آپ کو نجات لے کر چلاتے ہیں، ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھاتے ہیں اور ان راہوں پر اگر یہ سُبُلَ السَّلٰمِ ہیں تو نور کا ایک حصہ تو ضرور وارد ہوتا ہوگا کیونکہ یہ سارے رستے صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ یہ سارے رستے قرآن کے بیان کے مطابق نور کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ تو کیا پتہ کہ جس راہ میں جا رہا ہوں وہ نور کی راہ ہے بھی کہ نہیں۔ اس دغدغہ کو دور کرنے کے لئے یا جو بھی وہم ہے اس کو دور کرنے کے

لئے ، یقین کی حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جزوی انعامات سے بخشتا رہتا ہے اور جس دائرے میں وہ نیکی اختیار کرتا ہے، جس پاک راہ پر چلتا ہے اس راہ کے انعامات سے اس کو اس لئے محروم نہیں کر دیتا کہ جب تک تم تمام راہوں کو اختیار نہیں کرو گے میں تمہیں کسی راہ کی جزاء نہیں دوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پس ایسے پاک لوگ جو ابھی پاکی کا سفر کر رہے ہیں ابھی سفر کا آغاز ہوا ہے ان کو آغاز ہی سے اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازنا شروع فرما دیتا ہے اور باہر سے دیکھنے والا جو ان انعامات سے محروم ہوتا ہے جس کو پتا ہی نہیں کہ تعلق باللہ کی کیا کیا منازل ہیں، کیسے کیسے اس کے عارفانہ مضامین ہیں وہ اپنی جہالت میں اور کچھ حسد کے نتیجے میں اس کی ایک سچی رؤیا کو دیکھ کر مذاق اڑاتا ہے کہ بڑا نیک بنا پھرتا ہے۔ ہمیں نہیں پتا فلاں کمزوری اس میں واقع ہے۔ فلاں معاملہ میں تو یہ ٹھوکر کھا گیا تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیار کے لئے یہی نظر آیا ہو، اب یہ اعتراض تو بظاہر ایک خاص معین طور پر ایک عام انسان پر کیا جا رہا ہے ۔مگر یہ بھولنا نہیں چاہئیے کہ اپنی مکمل صورت میں یہی اعتراض انبیاءؑ پر بھی کیا جاتا رہا ہے اور قرآن اس ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ ہر نبی کو اسی اعتراض کا نشانہ بنایا گیا کہ خدا کو یہی نظر آیا ہے اپنے کلام کے لئے اور اپنے لئے انتخاب کرنے کی خاطر! ہم جانتے ہیں عام سا انسان ہے تو ان کی آنکھ جو دیکھ رہی ہے ایک نبی کو، اس کو بھی اس لائق نہیں پا رہی کہ خدا اسے اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور حسد کی آنکھ ہے دراصل۔ پس حسد کی آنکھ تنگ ہوا کرتی ہے اور حسد کی آنکھ سے جب اپنے بھائیوں کو آپ دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف ایک برائی دکھائی دیتی ہے اور اردگرد کا اس کا جو منظر ہے وہ نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ پس ایک Slit میں سے آپ دیکھتے ہیں اور اسی لئے چشم حسود کو تنگی کی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ آنکھیں جو حسد کی وجہ سے نبیوں کی خوبیاں دیکھنے سے بھی عاری ہو جاتی ہیں وہ لازماً یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ اس شخص میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خدا اسے اپنے کلام کے لئے چن لے اور وہ انسان جو کمزور انسان ہیں جن کا نبوت سے کوئی رشتہ ہے تو محض غلامی کا رشتہ ہے ان پر بھی اعتراض اٹھتا ہے۔ تو یہ فطری اعتراض ہے، انسانی فطرت کی بعض کمزوریاں جن میں حسد سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ کمزوریاں پاکوں پر حملہ کرواتی ہیں اور یہ نہیں دیکھتیں کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اگر ایک بھی ہدایت کی راہ نصیب کی ہو تو اس ہدایت کی راہ کے نشان اس راہ پر بندے کو

ضرور ملیں گے۔اس لئے تم حسد کرو یا نہ کرو اس کا کوئی اثر بھی نیک رستوں پر چلنے والوں پر نہیں پڑے گا لیکن دوسری طرف بھی ایک خطرہ ہے۔جن راہوں میں تم محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہیں کرو گے وہاں ہمیشہ خطروں کی تلوار کے نیچے پڑے رہو گے۔اس لئے اللہ بہتر جانتا ہے کہ تمہارا انجام کس صورت میں ہو۔ایسا نہ ہو کہ بعض راہیں جن میں تم آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سلامتی کی راہوں پر قدم مار رہے ہو ان کے مقابل پر ان راہوں کے خطرات بڑھ جائیں جن پر تم زنجیروں میں پڑے بند اندھیروں میں بیٹھے ہوئے ہو۔تم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔اگر ایسے وقت میں موت آجائے تو یہ ناکامی اور نامرادی کی موت ہے اور اگر ایسے وقت میں آئے کہ ساری راہیں اس ایک راہ پر اکٹھی ہو جائیں جو نور کی ہے وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یقینی طور پر کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔

پس جہاں ان باریک راہوں پر نظر رکھیں، اپنے نفس کو ٹٹولتے رہیں، اپنے پر لازم کر لیں کہ ہم نے ضرور اس سفر میں آگے بڑھنا ہے وہاں اس کی بعض علامتیں اپنے اندر جانچتے رہا کریں، دیکھتے رہا کریں وہ پیدا ہوئی ہیں کہ نہیں ہوئی ہیں تو آگے بڑھ رہی ہیں کہ نہیں۔ان میں بعض موٹی موٹی علامتیں یہ ہیں کہ آپ دین کے لئے اپنی طاقتوں کو قربان کرتے ہوئے دین کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نہیں۔اگر عَزَّرُوْهُ کا عمل آپ کی ذات پر اثر نہیں دکھا رہا۔اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے احسان کی باتیں تو کرتے ہیں، آپؐ کے نور کے گیت تو الاپتے ہیں لیکن اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔اگر محسن اعظم کہتے ہیں۔کہتے ہیں تو سب دنیا کا محسن ہے اور اپنے احسانوں کو بھول جاتے ہیں۔آپؐ پر جو احسان ہوئے ان کا بدلہ اتارنے کی خواہش ہی دل میں پیدا نہیں ہوتی۔تو پھر آپ آنحضرت ﷺ کے احسانات کا بدلہ اس طرح اتارنے کی کوشش نہیں کریں گے کہ آپؐ کے دین کے غلبہ کی خاطر اپنی طاقت کو دین کی طاقت کی طرف منتقل کریں۔وہ مالی طاقت بھی ہو سکتی ہے، وہ جسمانی طاقت بھی ہو سکتی ہے۔غرضیکہ ہر قسم کی طاقت جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے عَزَّرُوْهُ کا عمل آپ پر ہونا چاہئے۔وَنَصَرُوْهُ میں وہ کون سا زائد مضمون ہے جو عَزَّرُوْهُ میں نہیں ہے۔یہ بھی ایک قابل توجہ بات ہے۔نصر کا دائرہ بہت وسیع ہے اور نصر دراصل اللہ کی طرف سے اترتی ہے۔پس دعائیں جو ہیں وہ خصوصیت کے ساتھ نَصَرُوْهُ کے تابع آتی ہیں۔وہ اپنی

تمام طاقتوں کو ہی اس راہ میں نہیں جھونکتے ، جان و مال ہی قربان نہیں کرتے مگر نصرت دے کر کرتے ہیں اور نصرت کا بنیادی تعلق آسمان سے اترنے والی نصرت کے ساتھ ہے جو دعاؤں کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے ۔اس لئے دعائیں بھی فرض ہیں۔ دین محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے دل میں درد اتنا پیدا ہونا چاہئے کہ سب دعاؤں سے دین کی دعا فوقیت لے جائے اور جب بھی آپ پریشانیوں میں مبتلا ہوں تو کبھی کبھی اپنا جائزہ لے لیا کریں کہ آپ کو دین کی بھی ویسی ہی پریشانی لاحق ہوتی ہے جیسے اپنے روزمرہ کے کاموں میں ،اپنی مصیبتوں میں،اپنے قرضوں میں ،اپنی بیماریوں میں لاحق ہوتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو دین کی نصرت فرمائی انہی معنوں میں سب سے بڑھ کر نصرت فرمائی۔ایک موقعہ پر بڑی حسرت سے آپؑ کہتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جن کا تمام ہم وغم بس دنیا ہی کے لئے ہے۔اپنی مصیبتوں میں مبتلا،اپنے قرضوں کے جھگڑوں سے آزادی کی تمنار کھنے والے اور دین کے معاملات سے یا غافل ہیں یا ہلکی سی سرسری سی توجہ ہے، جہاں اپنے لئے دعائیں مانگتے ہیں وہاں ضمناً کہہ دیتے ہیں اچھا دین کو بھی فتح عطا فرمادے لیکن وہ دعا ہونٹوں سے اٹھتی ہے،اپنی مصیبتوں میں جو دعا مانگتے ہیں وہ دل کی گہرائی سے مضطر کی دعا بن کے اٹھتی ہے۔آپؑ نے فرمایا تم دین کے لئے ہم وغم لگالو پھر دیکھو کہ تمہارے کام اللہ کے کام بن جائیں گے۔تم محمدؐ رسول اللہ کی نصرت پر مستعد ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری نصرت پر مستعد ہو جائے گا۔بسا اوقات تمہیں خیال بھی نہیں آیا ہوگا کہ میری یہ ضرورت ہے اور آسمان سے اللہ تمہاری ضرورت پوری کر رہا ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا اصل ہم وغم ،اصل فکر دین محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہے جو اس کی جان کو لگ گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس مضمون کو بہت ہی بلند اور ارفع صورت میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دین پر قربان ہو جانا محض وقتی طور پر اپنی جان قربان کر دینے کو نہیں کہتے۔نہ اس بات کا نام ہے کہ تم دین کے خیال اور غم سے چھرا گھونپ کر مر جاؤ یا سنکھیا (کچلہ) کھا کر جان دے دو۔ یہ تو محض جہالت اور ضیاع ہے۔دین کی خاطر مرنا اس کو کہتے ہیں کہ دین کا غم تمہیں ایسا لگ جائے کہ تمہارا وجود گھل رہا ہو اندر اندر۔وہی غم سب سے زیادہ تم پر کڑا گزرے یہاں تک کہ اس غم میں گھل گھل کر تم جان دے دو۔انسان سمجھ رہا ہوگا کہ عام طور پر ایک جان گئی ہے طبعی اسباب نے اپنا اثر دکھایا ہے مگر اللہ جانتا ہوگا کہ یہ جان دین کے غم میں گئی ہے۔اس کو

کہتے ہیں جان قربان کرنا۔ پس آنحضرت ﷺ جن کا ذکر ان آیات میں چل رہا ہے جو مجسم نور ہو چکے تھے اس سلسلہ میں اللہ آپ کے حق میں گواہی دیتا ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (الکہف:7)

دوسری آیت ہے

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (الشعراء:4)

تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لاتے ۔تو دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو کچھ بھی بیان فرمایا قرآن ہی کی تفسیر میں بیان فرمایا۔ جو کچھ بھی بیان فرمایا دین کی محبت میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں بیان فرمایا۔ یہی وہ سُبُلَ السَّلٰمِ ہیں جن پر چل کر آپ صراط مستقیم تک پہنچ سکتے ہیں۔